

باب ۱۱

# الحاقی کلام اور اس کی نشاندهی کے طریقے

## باب ۱۱

# الحاقی کلام اور اس کی نشاندہی کے طریقے

## الحاقی کلام کا مفہوم

کسی مؤلف کی تالیف (مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ) میں اگر کسی اور مؤلف کا مواد شامل ہو جائے تو اس شامل ہونے والے مواد کو ”الحاقی مواد“ یا ”الحاقی کلام“ کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند کہتے ہیں: ”الحاقی کلام کا مطلب ہے کسی کی تخلیق یا مجموعے میں کسی دوسرے کی تحقیقات کا شامل کر دینا، تحقیقی اعتبار سے [یہ] بڑی تفصیل ہے، (۱)۔

اسی الحاقی کلام (مواد) کو فن تحقیق کے ماہرین متنی تصرفات میں سے ایک تصرف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر نذیر احمد کہتے ہیں:

”متنوں میں تصرفات دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک الحاقی کی شکل میں، اور دوسرے متن کی زبان میں تغیر، ترمیم و اصلاح کی صورت میں۔ اول الذکر حالت میں دوسروں کا کلام شامل ہو جاتا ہے اور آخر الذکر صورت میں مصنف کی زبان میں طرح طرح کی ترمیمیں، اضافے اور بے دانستہ طور پر عمل میں آتی ہیں، محقق دونوں طرح کے تصرفات کا تعین کرتا ہے اور متن کو کافحت چھانٹ کر اصل متن متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے“ (۲)۔

## الحاقی کلام کی نشاندہی

متن میں تصرفات کا تعین اور الحاقی (اضافی) کلام کی نشاندہی اصل میں متن کی تدوینی تحقیق اور مختلف متنی روایتوں (۳) کے تقابلی مطالعے سے ہو سکتی ہے، چنانچہ ڈاکٹر تبسم کاشمیری لکھتے ہیں کہ: ”تدوین متن... میں کسی متن کو اس کی اصلی حالت میں تیار کیا جاتا ہے۔ محقق کسی مستند متن کو بنیادی متن قرار دیتا ہے اور اس کے بعد دیگر نسخوں میں پائے جانے والے

اختلافات کی نشاندہی کرتا ہے۔ تدوینِ متن کے ذریعے ہم شاعر یا ادیب کے صحیح متن کو دریافت کر سکتے ہیں۔ اس میں قلمی نسخوں پر بھی کام ہوتا ہے اور مطبوعہ نسخوں پر بھی۔ تدوینِ متن ہی کے ذریعے محقق الحاقی کلام کو الگ کرتا ہے اور یوں کسی ادیب سے منسوب ہونے والے کلام کا اصل متن سے خارج کیا جاتا ہے۔“ (۴)۔

کسی متن سے متعلقہ مختلف روایتوں کے تقابلی مطالعہ کے فوائد بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش لکھتی ہیں کہ: ”متن کی روایتوں کے تقابلی مطالعے سے نہ صرف یہ کہ متن کی قرأت، تحقیقی تصحیح اور تعینِ روایت میں مدد ملتی ہے بلکہ اس کی حدود کا تعین بھی آسان ہو جاتا ہے۔ داخلی اور خارجی شواہد کی روشنی میں یہی مطالعہ متن کی الحاقی یا انسدادی روایتوں کی نشاندہی میں معاون ہوتا ہے۔“ (۵)۔

پروفیسر محمد حسن ادبی تحقیق کے بعض مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”اردو میں تحقیق کا سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ تحقیقِ متن اور تصحیحِ متن کا ہے۔ تصحیحِ متن سے میری مراد یہ ہے کہ: تصنیف میں جو الحاقی یا نید مستند حصے شامل ہو گئے ہیں، ان کی نشاندہی کی جائے اور جو حصے شامل ہونے سے رد گئے ہیں، انہیں شامل کیا جائے۔ تحقیقِ متن سے مراد یہ ہے کہ اصل مصنف نے جس طرح لکھا ہے اسی شکل میں متن کو پیش کر دیا جائے۔“ (۶)۔

اس سے ثابت ہوا کہ متن کی تحقیق اور اس کی تصحیح کرنے سے ہی الحاقی اور انسدادی کلام میں حد فاصل قائم کر کے دونوں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے، ذیل میں ان دونوں کے متعلق مختصر تعارفی بحث پیش کی جاتی ہے:

### تحقیقِ متن بلحاظ تدوین

تحقیقِ متن کا نہایت اہم دائرہ کار متن کی تحقیقی تدوین یا ترتیب ہے جو کسی روایت یا روایتوں (یعنی ایک تحقیقی متن کی مختلف تحریری یا زبانی یا متعدد متون کی مختلف تحریری یا زبانی شکلوں) کی جمع آوری و ترتیب دہی کے کام سے مختلف ہے۔ یہ کام اساسی حیثیت کا ہے۔

تدوین و ترتیبِ متن کے مفہوم کا جہاں تک تعلق ہے تو اسے ڈاکٹر کیان چند نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”اردو میں تدوین متن سے زیادہ مقبول اصطلاح ترتیب متن ہے۔ دونوں قریب المعنی ہیں۔ ترتیب کے معنی کسی شے کے اجزاء کو مناسب تقدیم و تاخیر سے رکھنا ہے۔ تدوین کے معنی متفرق اجزاء کو اکٹھا کر کے ان کی شیرازہ بندی کرنا ہے“ (۷)۔

اور جہاں تک تدوین متن کے عمل کا تعلق ہے تو دائرہ گمان چند نے کا ترے کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ اسے دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ مختلف متون کی تنقید (Recension)۔
  - ۲۔ تصحیح (Emendation) یعنی جو کچھ تحریری شکل میں دستیاب ہے اس میں کچھ اُتر صریحاً غلط ہے تو اس کی تصحیح۔
- پھر ذکر کیا ہے کہ بعد میں کا ترے نے بڑھا کر عمل تدوین کے چار مرحلے قرار دیے تین:

- ۱۔ مختلف مآخذ سے مواد کی تلاش۔
- ۲۔ مختلف نسخوں کی تنقید کر کے قابل اعتماد منخطوطات کا انتخاب۔
- ۳۔ مختلف منخطوطات، جہاں مصنف کے اصل الفاظ کو فراہم نہیں کر سکتے، وہاں تصحیح کے ذریعے بازیافت۔

- ۴۔ اعلیٰ تنقید، اس میں مصنف کے مآخذ وغیرہ کو دریافت کیا جاتا ہے (۸)۔
- اس کے بعد تجزیاتی انداز میں لکھتے ہیں کہ: ”آخر الذکر تدوین متن کا جزو نہیں بلکہ عام ادبی تحقیق کے تحت آتی ہے۔ ہم اسے فی الحال نظر انداز کر سکتے ہیں۔ دوسری اور تیسری منزل بھی دراصل ایک ہی ہیں۔ نسخوں میں سے انتخاب کر کے متن تیار کرنے کے لیے تصحیح کا عمل دخل بھی ساتھ ساتھ چلے گا۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ محض متن کی حد تک تین منزلیں قرار دی جائیں:
- ۱۔ مواد کی تلاش۔
  - ۲۔ مختلف نسخوں کے اندراجات کا موازنہ۔
  - ۳۔ مختلف اندراجات میں سے چن چن کر تنقیدی متن تیار کرنا۔“ (۹)۔

## نسخوں کی اقسام

عام طور پر نسخے یا مخطوطے تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا یا مصنف کی فرمائش سے لکھا ہوا اور مصنف کا تصحیح کیا ہوا نسخہ۔

۲۔ مصنف کے زمانے کے بعد کے نسخے، جو مصنف کے نسخے سے نقل کیے گئے ہوں۔

۳۔ ان نقلوں کی نقلیں۔

تحقیق و تصحیح کا زیادہ کام دراصل اسی آخری شق کے نسخوں کے سلسلے میں ہے۔ کیونکہ نقل درنقل شدہ نسخوں میں غلطیوں یا الحاقی کلام کے راہ پانے کے امکانات ہوتے ہیں، لیکن خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی غلطیوں سے پاک نہیں ہو سکتا، چنانچہ گیارہویں صدی کے بعض نسخوں میں ”خود مصنف بھی مبیضہ (۱۰) تیار کرنے میں اغوش قدم کے سبب کچھ غلطیاں کر سکتا ہے“ (۱۱)۔

مگر جہاں تک ناقل کا تعلق ہے تو اس سے زیادہ غلطیاں سرزد ہوتی ہیں کیونکہ ”دوسرے کی دینی تحریر کو پڑھنے میں کہیں کہیں غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ کوئی بھی ناقل کتبوں، دنوں اور مہینوں تک مسلسل ہو بہو نقل نہیں کر سکتا۔ بصری، انشائیاتی اور عمومی وجوہ سے کچھ نہ کچھ اختلاف یا اغلاط درآ رہی جاتی ہیں۔ ناقل حرف کی نہیں، لفظ کی نقل کرتا ہے۔ مدون و نقل درنقل اس سلسلے سے واسطہ پڑتا ہے“ (۱۲)۔

اس طرح سے غلطیوں کی تعداد میں اضافہ و اضافہ ہوتا چلا جائے گا، کیا چند نے کا ترے کے حوالے سے یوں اندازہ لگایا ہے: ”اگر ایک ناقل سنی صد غلطی کرے تو اس کی نقل ۷۰ فی صد ہی درست ہوگی، اس سے نقل کرنے والے کی ۹۰ فی صد اور اس سے نقل کرنے والے کی ۹۱ فی صد“ (۱۳)۔

ایسی صورت میں مصنف کے خود نوشت نسخے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ محقق کو اسے حاصل کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ اس سے حاصل کر لینے سے کام بہل ہو جاتا ہے۔ اگر مؤلف کا خود نوشت نسخہ نہ مل سکے تو اس سے قریب ترین نسخے پر اعتماد کیا جائے۔ بعض اوقات

ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ موجود ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کی تصحیح و ترتیب کا کام نسبتاً مشکل ہو جاتا ہے۔

### تنقید متن

مختلف النوع متون کی فراہمی کے بعد ان کی تنقید یعنی چھان بین کی جاتی ہے اور صحیح و منسب متن کو چن لیا جاتا ہے۔ اسی عمل کو تنقید متن کہتے ہیں۔ ذیل میں تنقید کے مفہوم و مقصد کے بارے میں چند ماہرین فن کی آراء پیش کی جاتی ہیں:

- ۱۔ گیان چند: ”کسی لفظ، فقرے، جملے، مصرعے یا شعر کے مختلف متون میں سے مناسب ترین متن کے انتخاب کے عمل کو تنقید متن کہتے ہیں“ (۱۴)۔
- ۲۔ کاترے کے نزدیک مثنیٰ تنقید کے معنی ”صحیح متون کے طے کرنے میں دانش انسانی کی ماہرانہ اور باضابطہ کاروائی کے ہیں“۔
- ۳۔ بیت سن کہتا ہے: ”تنقیدی ایڈیشن کا مقصد ہے کسی متن کے حق میں جتنی شہادت ملتی ہے اس کی مدد سے متن کو اس شکل میں پیش کرنا جیسے خود مصنف نے مہیضہ تیار کیا ہو“۔
- ۴۔ کاترے نے بھی یہی کہا ہے کہ ”مثنیٰ تنقید کا کام مخطوطات کی داخلی کیفیات کی شہادت پر مصنف کے متن تک پہنچنے کی کوشش ہے“۔
- ۵۔ فریڈن باورس نے مثنیٰ تنقید کا مقصد، مصنف کے متن کی اولین خالصیت (Purity) اور بعد کی نظر ثانی کی بازیافت قرار دیا ہے، حالانکہ بعد کے ایڈیشنوں میں تسمتہ [متن کو غلط نگاری سے مسخ کرنا] واقع ہو گئی ہو (۱۵)۔

### تنقید متن کے لوازمات

یہاں لوازمات سے مراد وہ امور ہیں جن کے اہتمام و التزام سے مثنیٰ تنقید کا عمل بطریق احسن تکمیلی مراحل طے کر سکتا ہے اور اصلی و الحاقی مواد کے مابین واضح حد فاصل کا تعین ممکن ہو سکتا ہے۔ متن پر عملاً تنقید کرتے وقت اس (متن) کا معروضی و موضوعی دونوں طرح سے مطالعہ کیا جائے:

۱۔ **معروضی (Objective)** مطالعہ کرتے وقت نقاد متنی معارض و موافق دونوں کا مطالعہ کرے :

**الف۔** متنی معارض میں زیر تنقید متن (مخطوطے یا نسخے) کی ہیئت، اس کی تقطیع، مسطر، تعداد اوراق و صفحات، خالی ورق یا صفحہ (اگر ہوں)، کاغذ، قلم، روشنائی، رسم کتابت، تزئین، مہرے اور دستخط جیسے امور شامل ہیں۔ نقاد ان کا بغور جائزہ لے۔  
نو دریافت متن کی صورت اس کی دریافت کی کہانی اور اس سے متعلق ضروری باتیں بھی اس دائرہ میں آسکتی ہیں۔

**ب۔** جبکہ متنی موافق میں زیر تنقید نسخہ کے مشتملات اور شعری متون کی صورت میں مختلف اصناف سخن کا ذکر، اشعار کی تعداد، اصلاحات، قلم زد، نسخ یا منسوخ اشعار نیز زمانہ تالیف، تاریخ کتابت، مکتبہ، خاتمہ، تہتمہ، ترقیمہ (۱۶) تعلیقات (جو عبارتیں بعض مطبوعات یا مخطوطات کے آخر میں شامل رہتی ہیں) جیسے امور شامل ہیں۔ نقاد کو ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

۲۔ **موضوعی (Subjective)** مطالعہ، معروضی مطالعے کے ساتھ ضروری ہے کہ متن کا موضوعی مطالعہ کیا جائے جس میں متنی معارف و مصادر اور محاسن شامل ہیں:

**الف۔** متنی معارف میں متنی شواہد (یعنی زیر بحث متن میں کسی دوسرے متن کے متعلق شہادت، یا شواہد) اور عصری معلومات (تاریخی حقائق، سوانحی حصے، تمدنی ماحول اور اس عہد کا تنقیدی میلان) کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

**ب۔** متنی مصادر، ان میں ان کتب و رسائل اور معلومات کے وہ وسائل شامل ہوتے ہیں جن کے بارے میں کسی متن میں داخلی یا خارجی شواہد ملتے ہوں۔

**ج۔** متنی محاسن، میں اسلوب نگارش پر خاص علمی اور لسانی اعتبار سے بحث کرنا ہوتی ہے۔ اس میں اصلی مسئلہ لسانیاتی مطالعہ ہے، جس سے کسی تصنیف کے زمانہ کو متعین کرنے میں کافی مدد ملتی ہے (۱۷)۔

اس بحث سے ثابت ہوا کہ کسی مخطوطہ کی متنی تنقید میں اس کی اصلیت متعین کرنے کی

غرض سے داخلی و خارجی دونوں طرح کے حقائق اور شہادتوں کا بغور جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس امر کی مزید تائید ڈاکٹر گیان چند کی حسب ذیل تجویز سے ہوتی ہے :

”نو دریافت چیزوں کی اصلیت طے کرنے کے لیے داخلی اور خارجی دونوں شہادتوں پر توجہ کیجئے۔ خارجی شہادت یہ ہے کہ اسے کس شخص نے دریافت کیا، کس ذخیرہ سے ملی ہے اور کس مجموعے یا رسالے میں پائی گئی ہے۔ ان سب کا پایا اعتبار طے کیجئے۔ اگر اس کو شامل کرنے والا منطوطہ (مثلاً کلیات یا دیوان) عام طور پر معتبر ہے، قدیم ہے، اس میں تمام چیزیں اسی شاعر یا نثر نگار کی ہیں تو بڑی حد تک امکان ہے کہ وہ اسی تحقیق کار کی ہو۔ داخلی شہادت اس کا موضوع، اس کا اسلوب، لفظیات، اور ادبی روایت ہیں۔ انہیں دیکھ کر فیصلہ کیجئے کہ کیا یہ اس مصنف کی دوسری تخلیقات سے ہم آہنگ ہیں۔ ان تمام شہادتوں کو دیکھ کر مدون اپنے تجربے اور نظر کے سہارے کچھ فیصلہ کرے گا“ (۱۸)۔

گو یا متن کے تدوینی و تنقیدی عمل میں متن سے متعلق مختلف خارجی و داخلی حقائق یا معلومات کا بغور مطالعہ کرنے سے ہی مدون یا نقاد اس (زیر تدوین و تنقید) متن کی اہمیت و افادیت کا فیصلہ کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ ویسے ہی کسی متن کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی نوعیت و کیفیت کیسی ہے، کہاں کہاں اس میں الحاقی مواد ہے، اور اس میں کیا کیا اخطاء ہیں؟

## الحاقی مواد کی مثالیں

الحاقی مواد کی آچھ مثالیں درج ذیل ہیں :

- ۱۔ بقول ڈاکٹر گیان چند، کلیات (نظم و نثر)، کلیات سے کم مجموعے اور غیر متداول یا منسوخ کلام میں الحاق و حذف دونوں کا اندیشہ رہتا ہے، حذف کا زیادہ الحاق کا کم.....
- ۲۔ دور قدیم سے مصنفوں کے جو دیوان، کلیات، اور دوسرے مجموعے ہیں، ان میں بھی کثرت سے الحاق ہے، غیر شعوری بھی اور شعوری بھی (۱۹)۔



۳۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی: ”ترتیب کی راہ ہفتکواں کا سب سے بڑا طلسم الحاقی کلام ہے، جس کی متنوع اور گونا گونا گوں مثالیں اردو شعراء کے دواوین میں ملتی ہیں۔ الحاق کہیں تو کاتب کی لاعلمی یا بد احتیاطی کی وجہ سے عمل میں آتا ہے یا پھر وہ کسی ارادت و عقیدت اور خلوص کے زیر اثر کیا جاتا ہے۔“ (۲۰)۔

۴۔ قاضی عبدالودود نے یہ مثالیں پیش کی ہیں:

الف۔ کتابوں کے قلمی نسخوں میں بڑے شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ شاہنامہ فردوسی کے بعض نسخوں میں ”گر شاسپ نامہ اسدی“ کل نہیں تو اس کا معتد بہ حصہ داخل ہو گیا ہے۔ ایسے نسخے بھی موجود ہیں جن میں بزرگ نامہ کے ہزاروں شعر شامل ہیں۔ یہ تو الحاقی کلام ہے۔ اشعار کا متن بھی مختلف نسخوں میں اس قدر متفاوت ہے کہ کسی نے مبالغے کے ساتھ یہ کہا ہے کہ کسی شعر کے متعلق یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنی اصلی شکل میں ہے۔ کاتبوں نے اشعار کو اپنے عہد کی زبان کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے اور اپنے مذہبی عقائد بھی اس کے سر تھوپے ہیں۔

ب۔ کلیات انوری طبع ہند میں ایک ہندوستانی شاعر کے قصائد داخل ہو گئے ہیں۔ اس کے بعض اشعار اس کے ہندوستانی ہونے پر بھی مشعر ہیں اور اس کی بناء پر الحاق کے امکان کو نظر انداز کر کے ظفر علی خان نے انوری کے ہندوستانی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ج۔ ظہیر فاروقی کے دیوان کے جو نسخے ایران سے چھپے ہیں الحاقی کلام سے خالی نہیں اور نول کشوری کلیات کے آخر میں جو دیوان غزلیات ہے وہ تو یک قلم بہت بعد کے ایک شاعر ظہیر اصفہانی کا ہے۔ (یہ فارسی کے الحاقی مواد کی مثالیں ہیں)۔

د۔ اردو میں کلیات سودا میں بکثرت الحاق ہونے کے ثبوت میں قاضی عبدالودود لکھتے ہیں کہ: سودا کے کلیات مطبوعہ میں میر سوز کی سو سے زیادہ غزلیں داخل ہیں اور ناقدین کرام کلام سودا کی خصوصیات کے بیان میں بے تکلف ان سے کام لیتے رہے۔

ر۔ نثر پر بھی کاتبوں کا کرم رہا ہے دہشتان مذہب کے نول کشوری نسخوں میں ایک جگہ ایک عبارت ہے جس سے قبل ”فقیر آرزوی گوید“ مرقوم ہے۔ آرزو نے کسی نسخے کے

حاشیے یا بین السطور میں وہ عبارت لکھ دی ہوگی۔ کاتب اسے کتاب کا جزو سمجھا (۲۱)۔  
منا سب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں الحاقی مواد کے در آنے کی وجہ میں سے چند ایک  
ذکر کی جائیں تاکہ زیر بحث مسئلہ کی مزید وضاحت ہو جائے :

### متن میں الحاق در آنے کی وجہ

- ۱۔ ذیل میں ڈاکٹر نذیر احمد کی بیان کردہ وجہ میں سے چند ایک کو بیان کیا جاتا ہے، ان  
میں بھی الحاقی مواد کی مثالیں موجود ہیں :
- ۱۔ کبھی کبھی مختلف شاعروں کی ایک ہی زمین والی غزلوں اور ان کے مثنویوں میں غلط ملط  
ہو جاتا ہے۔۔۔ اس طرح کا الحاق صنف غزل میں زیادہ ہوا ہے۔
- ۲۔ ایک ہی شخص کے شاعروں کے کلام میں التباس عام ہے، ظہیر فارابی کے کلیات میں  
غزلیات کا تقریباً تمام حصہ صاحب کے ایک شاعر ظہیر شخص کی ہیں۔ جو مستف سے  
تقریباً پانچ سو برس بعد میں ہوا ہے۔
- ۳۔ بیاضوں (۲۲) کے والے (۲۳)، منہ، ایسا جیسی علامتوں کے غلط لگ جانے سے ایک  
شاعر کا کلام دوسرے کی طرف بآسانی منسوب ہو جاتا ہے، کبھی کبھی نسخوں کے اوراق  
کی بے ترتیبی اور اوراق پر بند سوں کے نہ ہونے سے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا  
ہو جاتی ہیں۔
- ۴۔ ایک شاعر جو کسی خاص صنف میں اور کسی مخصوص طرز کے لیے مشہور ہو گیا، تو اس  
کے مشابہ بہت سی چیزیں جو دوسروں کی ہوتی ہیں، وہ مخصوص شاعر کی طرف منسوب  
ہو جاتی ہیں۔ فارسی میں رباعیات میں اس طرح کا الحاق بکثرت ہے۔ عمر خیام، اور ابو  
سعید ابوالخیر کا کلام اس کی بہترین مثالیں ہیں۔
- ۵۔ منتخب دیوانوں کا مجموعہ بھی بڑا التباس پیدا کرتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ درمیان  
سے وہ ورق نکل جاتا ہے جس پر شاعر کا نام درج ہوتا ہے، تو سارا کلام اس سے پہلے  
شاعر کے نام منسوب ہو جاتا ہے۔ خصوصاً ایسا کلام جس میں تفاسیر کم آتا ہے۔ قصیدوں

- اور رباعیوں میں الحاق کی بڑی وجہ یہی ہے ۔
- ۶۔ کبھی کبھی باپ اور بیٹے کے کلام میں سہل انگاری کی بناء پر القیاس ہو جاتا ہے اور یہ القیاس بڑی غلط فہمی کا سبب بن جاتا ہے۔
- ۷۔ کبھی کبھی محبوب ہستی کے مرتبے کے پیش نظر بعض دوسری کتابیں ان کی طرف منسوب کر دی جاتی ہیں ۔ اس سلسلے میں یوسف ریلخاے فردوسی ، بعض مثنویات عطار ، دیوان خواجہ معین الدین چشتی بطور نمونہ ... پیش کیے جا سکتے ہیں (۲۴) ۔
- ۸۔ بعض اوقات کاتب یا مؤلف جان بوجھ کر بعض مصلحتوں کے تحت کچھ اضافہ کر دیتا ہے، مثلاً: خان آرزو نے تذکرہ مجمع النفائس میں میر کا ذکر نہیں کیا لیکن رام پور کے ایک نسخے میں میر کا ذکر کیا ہے اور بڑی توصیف و تحسین کے ساتھ ۔ عرشی صاحب نے ڈاکٹر خلیق انجم سے خیال ظاہر کیا کہ اس نسخے میں خود میر نے یہ اضافہ کیا ہے ۔
- ۹۔ بعض اوقات کوئی مؤلف شیعہ کو سنی یا سنی کو شیعہ بنانے کے لیے کچھ اضافے کر دیتا ہے، مثلاً: شیعہ وجہی کے سب رس کے ایک نسخے میں مدح چار یار کے عنوان سے کچھ نظم و نثر کا اضافہ ہے ۔ سنی شاعر حافظ کے دیوان کے ایک نسخے میں ایسے کلمات کا اضافہ ہے کہ وہ شیعہ ظاہر ہوتا ہے (۲۵) ۔